مرتبہ
نوید ظفر کیانی

بسم الله الرحمن الرحيم

فیس بک عالمی ادبی گروپ موجِ غزل کے "طرحی مشاعرہ رنگ" کے تحت
منعقدہ مشاعرہ نمبر ۲۴۵ بتاریخ ۲۶ / دسمبر ۲۰۲۰ء پر مشتمل برقی کتاب

موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۲۴۵

گروپ منتظمین:
ہاشم علی خان ہمدم
نوید ظفر کیانی
روبینہ شاہین بینا
نادیہ سحر
قدسیہ ظہور

مرتبہ:
نوید ظفر کیانی

mudeer.ai.new@gmail.com
https://archive.org/details/@nzkiani
https://www.facebook.com/groups/1736109056634616/

فہرست

پیش رس

گل زار

شہرِ خیال و خواب کا گل زار بخش دے

موجِ غزل ! غزال کو رفتار بخش دے

شہر خیال بحرِ تخیلات کا گلزار رکھتا ہے۔ تخیل کی پرواز زمانے کی قید سے آزاد مکان ولامکاں کا احاطہ کرتے ہوئے موج در موج، قطرہ قطرہ سخن کشید کرنے کی تگ وتاز ہے۔ بحرِ تخیل میں رمز کی گرہیں کھلتی ہیں اور نقوش حرف کھلتے ہیں۔ آگہی کے گہر تابناک ادراک سے روشناس کرتے ہیں تو خیال وخواب قرطاس پر نمود پاتے ہیں۔ آئینہ ادراک سے حرف کے چراغ روشن و درخشاں نمودار ہوتے ہیں۔

"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے" کی دعا کرتی خوب صورت شاعرہ سیدہ منور جہاں منورؔ کے اعزاز میں موجِ غزل طرحی رنگ پیش کیا گیا۔ خوب صورت مصرع پہ عمدہ کلام پیش کیا گیا۔ نوید ظفر کیانی اور روبینہ شاہین بیناؔ نے اپنی پیشہ ورانہ مہارت سے ارمغان ابتسام پبلیکیشنز کے زیرِ اہتمام اسے خوب صورت ادبی مجلے کی شکل دی ہے جسے آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ موجِ غزل ادبی فورم اپنی انفرادیت برقرار رکھتے ہوئے منفرد تخلیقات اور نشر واشاعت کے ذریعے کتاب چہرہ پہ اردو زبان وادب کے فروغ میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ تمام انتظامیہ بالخصوص نوید ظفر کیانی، روبینہ شاہین بیناؔ، نادیہ سحرؔ، قدسیہ ظہور، حیاؔ قریشی، دلشاد نسیم، شہنازؔ رضوی اور رضاؔ المصطفے طلبی کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ تمام اہلِ موجِ غزل کو اس خوب صورت برقی کتاب کی اشاعت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین

ہاشم علی خان ہمدم
منتظم موجِ غزل ادبی فورم

ماہِ رواں کی شاعرہ۔سیّدہ منوّر جہاں زیدی

خوبصورت لب ولہجے کی شاعرہ سیدہ منور جہاں زیدی لکھنو کے سید گھرانے میں پیدا ہوئیں۔قیام پاکستان کے بعد اپنے خاندان کے ہم راہ کراچی آ گئیں۔بہت لاڈ پیار سے بچپن گزارا۔ایم ایس سی مکمل کرنے کے بعد سول ہسپتال کراچی میں سوشل میڈیکل آفیسر کے عہدے پر کام کیا۔آج کل کینیڈا میں رہائش پذیر ہیں۔

مطالعے کا شوق بچپن سے تھا۔کھانا پکانے میں مہارت کے ساتھ ساتھ باغبانی اور گھر کی سجاوٹ کا مشغلہ ہے۔اردو، انگریزی اور سندھی زبان پر عبور ہے۔بچپن میں بچوں کے رسائل نونہال، تعلیم و تربیت، اور کھلونا میں لکھتی رہیں۔تیرہ سال کی عمر میں پہلا شعر لکھا۔

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن
لیکن اپنا اپنا دامن

ادب سے جنون کی حد تک لگاؤ ہے۔نعت اور غزل پسندیدہ اصناف سخن ہیں۔کالج میگزین کے لیے کچھ افسانے بھی لکھے۔شاعری کو خداداد صلاحیت سمجھتی ہیں۔ان کے استاد سید ابرار علی شاہ جن کا انتقال ۹۵ سال کی عمر میں ہوا جو صوفی بزرگ دلدار علی شاہ بدایونی کے پڑپوتے تھے۔ پھر رحمان خاور سے اصلاح لی۔ اقبال، غالب، فیض اور فراز پسندیدہ شعراء ہیں۔ ان کی ادبی پرداخت میں والدین کی حوصلہ افزائی کارفرما رہی ہے۔موجودہ دور میں بشیر بدر، عالیہ امام اور ہر اس شاعر کا کلام پسند ہے جو دل میں اتر جائے۔

ان کے نزدیک دوستی بے غرض دائمی اور خلوص کے ساتھ ہونی چاہیے اور زندگی خدا کی دی ہوئی امانت ہے۔اس کو منظم با اصول اور مثبت انداز سے گزارنا چاہیے۔جو ذمہ داریاں شرعی اور معاشرتی طور پر ہم پہ لاگو ہیں۔انہیں محنت اور ایمان داری سے نبھانا چاہیے۔ان کے خیال میں فیس بک کے دوست اور حقیقی زندگی کے دوست سب انسان برابر ہیں۔جس میں محبت، خلوص اور وفاداری ہو وہی سچا دوست بن جاتا ہے۔

اپنے بارے میں کہتی ہیں کہ انہیں غصہ بہت ہی کم آتا ہے مگر آ جائے تو صبر کرتی ہیں۔کوئی دوسرا غصہ کرے تو خاموش

ہو جاتی ہیں۔ اس طرح غصہ رفع ہو جاتا ہے۔ ادب سے لگن کے باعث مشاعرے میں جانے کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان آنے کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہیں۔

ان کے نزدیک موسیقی روح کی غذا ہے۔ اسی لیے اپنے اشعار گنگنا کر ہی کہتی ہیں اور ترنم سے بھی پڑھتی ہیں۔ مسلسل جدّ وجہد، با اصول زندگی، حسن اخلاق اور خدا سے لو لگانے پر یقین رکھتی ہیں۔ روحانیت سے خاص دل چسپی ہے۔ ان کے استاد بھی صوفی بزرگ تھے۔ جن سے کسب فیض کیا۔ عشق کے بارے میں کہتی ہیں کہ عشق تو بس عشق ہوتا ہے جو بندے کو خدا سے ملاتا ہے۔ عشق کا بے باک جذبہ بندے کو سوئے دار تک لے جاتا ہے۔ جہاں عقل محوِ تماشائے لب بام رہ جاتی ہے اور عشق آگ میں کود پڑتا ہے۔ وہ عشق کے اسی فلسفے کو جانتی اور مانتی ہیں۔

اگر اختیار مل جائے تو وہ غداروں کو سبق سکھانے، غریبوں کے لیے مفت اسپتال اور مفت تعلیم کی سہولت فراہم کرنے کی خواہش رکھتی ہیں۔ زندگی کا روحانی تجربہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ۲۰۰۸ء میں ان کی فیملی حج کرنے گئی۔ ان کے شوہر نور الحسن شادی سے پہلے چشمہ لگاتے تھے اور بغیر چشمے کے گاڑی بھی نہیں چلا سکتے تھے۔ حج کے دوران ان کی آنکھ دُکھنے لگی۔ آبِ زم زم سے آنکھ دھوئی تو نہ صرف شفایاب ہوئے بلکہ اس کے بعد سے اب تک چشمہ بھی نہیں لگا۔ اب بغیر چشمے کے معمولات سرانجام دیتے ہیں۔

ان کی چھ کتب منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ جن میں تین "رنگ عقیدت"، "منزل عشق" اور "بہشت تصور" نعت، منقبت، سلام، نوحہ اور مرثیہ پر مشتمل ہیں، جبکہ "گلہائے رنگ رنگ"، "آبگینۂ خیال" اور "نگارستانِ منور" غزلیات پر مشتمل ہیں۔ اس کے علاوہ دو مجلّے "شخصیت نمبر۔ سلسلہ" اور "شخصیت نمبر۔ داستان" بھی ان کی شخصیت، زندگی اور فن کے حوالے سے شائع ہو چکے ہیں۔ انہیں اپنے سب ہی شعر پسند ہیں۔ ان کے خیال میں ہر تخلیق کار کو اپنی تخلیق سے اولاد کی طرح پیار ہوتا ہے۔ نمونے کے طور پر ان کے چند اشعار آپ کی ذوقِ سماعت کی نذر ہیں۔

اُس نے جب رختِ سفر باندھا تھا
ایسا لگتا تھا قیامت تھی مری

انا کو بیچ کے ٹکڑوں پہ پل نہیں سکتا
ہنر کی روٹی کا جو شخص ذائقہ لے گا

یوں سنواریں! زندگی اپنی کہ بعدِ مرگ بھی
آپ کے حسنِ عمل کا تذکرہ باقی رہے

عطا ہوا ہے مجھے معرفت کا اک دریا
نگینے چن کے ثنا کی قبا سجاتی ہوں

اس وقت مانگتی بھی تو آخر خدا سے کیا
جب میری دھڑکنوں کو تیرا دل نصیب تھا

پھر دل پہ کھل گیا تھا تماشا بہار کا
گُل کی طلب میں خار سے جب آشنا ہوا
آئے بھی نظر طور پہ کس طور تجلّی
آنکھوں میں ہی جب ذوقِ تماشا نہیں ہوتا
اندھیروں کی حکومت ہے مگر قائم ہیں امیدیں
یقیناً ظلمتِ شب سے نیا سورج نکلتا ہے

موج غزل ادبی فورم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ان کے مصرع پہ خوب صورت طرحی موج غزل رنگ مشاعرے کا اہتمام کیا۔ ان کے خیال میں موج غزل تخلیقی اور منفرد مشاعروں کا انعقاد کرتے ہوئے ادبی دنیا میں اپنا بھرپور کردار ادا کر رہا ہے۔

افروزؔ رضوی

ذوقِ سخن کو فکر کا گلزار بخش دے
اعلیٰ سخن کا جس سے ہو معیار بخش دے

دل میں اترنے والی ہو میری ہر ایک بات
یارب مری زباں کو وہ گفتار بخش دے

نایاب اِک سخن میں لکھوں تیرے واسطے
اے رب ! مجھے تو وحدتِ افکار بخش دے

مجھ پر نہ رکھ سکے کوئی میلی نظر کبھی
مجھ کو صحابیہ سا وہ کردار بخش دے

جملوں میں فکر ہو مرے، لفظوں میں کاٹ ہو
ایسا تخیلات کا ہتھیار بخش دے

مفلس کے دُکھ میں ساتھ کھڑا ہو امیرِ شہر
ارضِ وطن کو ایسا شہر یار بخش دے

مشکل کے وقت میں تو مرا ساتھ دے سدا
افروزؔ آگہی کا وہ پندار بخش دے

انعام الحق معصومؔ صابری

محبوبِ رب کا خواب میں دیدار بخش دے
جلوے حسین روپ کے ضو بار بخش دے

شایانِ شان میں کروں مدحت رسول ﷺ کی
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

کشکول لے کے ہم جھکے دربار پر کھڑے
خیراتِ عشقِ خالقِ دلدار بخش دے

قرآن پر چلے لئے سنت کی ہم ردا
رستے جو زندگی کے ہیں ہموار بخش دے

دشوار جینا ہو گیا دنیا میں اب مرا
یارب کرم کا ابرِ گہر بار بخش دے

کہتا رہوں میں نعتِ نبی پاک ﷺ بس یونہی
میرے سخن کے طرز کو معیار بخش دے

معصومؔ غرق ہو گیا عصیاں میں تر بتر
صدقے حضور ﷺ کے یہ گنہگار بخش دے

ایم اکرام الحق

مخلص عوام کو یہاں سرکار بخش دے
اس دیس کو سکون کا سنسار بخش دے

انصافِ پائدار کے انوار بخش دے
لوگوں کو زندگی کا بھی معیار بخش دے

اب ہم کو لاجواب سے افکار بخش دے
گفتار کا ہنر ہے تو کردار بخش دے

خدمت وطن میں سارا لٹادے کمال فن
دھرتی کے رہنما کو یہ اسرار بخش دے

پھولوں سے رہبروں کو میں تعظیم دے سکوں
خوشبو کا دل پذیر سا گلزار بخش دے

دیکھے ہیں انتظار میں دیوار و در سدا
اس بار مجھ کو یار کا دیدار بخش دے

جیون ہے جس کی ذات سے گلزار بن گیا
مالک سے التجا ہے وہ دلدار بخش دے

سب ریگزار بھی یہاں گلزار بن سکیں
رہبر ہماری قوم کو غم خوار بخش دے

واپس نہ آ سکیں کبھی غدار دیس حق
اس دیس کو نظامِ گہر بار بخش دے

تابش رامپوری

یارب مری غزل کو وہ معیار بخش دے
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

دولت کی چاہ اور نہ جاگیر کی ہوس
عزت کا سر پہ تاج ہو دستار بخش دے

جس راستے سے گزریں زمانہ کرے سلام
اعلیٰ سے اعلیٰ پھر مجھے کردار بخش دے

دشمن کو اس زمین کی مٹی میں گاڑ دیں
حضرت علی کی جنگ میں تلوار بخش دے

اے مصر تیرے حسن دریا کرے سلام
یوسف کو اے زلیخا تو دربار بخش دے

آنگن کا پیڑ کاٹ کے پچھتا رہا ہوں میں
سورج کی دھوپ اب پس دیوار بخش دے

دنیا کی دولتوں سے تو تابش ہے، بے نیاز
اک شاعری کا اس کو تو سنسار بخش دے

تنویر روانہ

عاجز ہے تیرے در پہ خطا کار بخش دے
نادم ہے تیرے آگے گنہگار بخش دے

رکھنا ہمیشہ تُو مری حرمت کا یہ بھرم
دائم رہے جو سر پہ وہ دستار بخش دے

مولا تُو مجھ کو رحم و کرم سے نواز دے
بخشش تری ہے بس مجھے درکار بخش دے

حاکم بنا دے مجھ کو تخیل کی دنیا کا
میرے خیالوں میں نئے افکار بخش دے

بردہ فروش لے چلے نیلام گھر مجھے
یارب کبھی یہ رونقِ بازار بخش دے

بکنے کا شوق ہے کہ حسینوں کے شہر میں
مجھ کو زلیخا جیسا خریدار بخش دے

غم حد سے بڑھ چکے ہیں مداوا نہیں کوئی
تیرے سوا نہیں کوئی غم خوار بخش دے

باہر کہیں نہ وجد سے تنویرؔ آ سکے
حد سے زیادہ درد کی مقدار بخش دے

تنویر سحری رامپوری

آئینے جیسا مجھ کو تو کردار بخش دے
میری مدد کے واسطے اک یار بخش دے

الفت میں جس کی دونوں جہاں آپ نے بنائے
مولا اب ان کا ہم کو بھی دیدار بخش دے

سرتن سے میں جدا کروں دشمن کا دین کے
میرے خدا تو مجھ کو وہ تلوار بخش دے

مل جائے جس سے روح کو میری سکوں بہت
یارب تو مجھ کو نیرِ ضوبار بخش دے

پیکر کو میں غزل کے حسیں اور کر سکوں
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

پاؤں میں جس سے عزتیں تنویرؔ بے شمار
یوں میرے علم و فکر کو معیار بخش دے

حیاؔ قریشی

بے منظری کے دکھ میں ہے فنکار، بخش دے
اس دور کور چشم کو اسرار بخش دے

لینے نہ پائے ووٹ یہاں کوئی بے ضمیر
اس ملک کے عوام کو افکار بخش دے

میں بے زباں نہیں ہوں مجھے اذن چاہیے
عورت ہوں مجھ کو گرمیٔ گفتار بخش دے

اخلاق کا رواج یہاں ختم ہو گیا
اس قوم کو بھی اچھے سے اطوار بخش دے

بھولی نہیں ہے گنبد خضریٰ کی روشنی
اک بار اور مجھ کو وہ دیدار بخش دے

مجھ کو ہے اپنے شہر میں پہچان کی طلب
دامانِ دل دراز ہے کردار بخش دے

کانٹوں کو کوئی دشت میں بھی پوچھتا نہیں
صحرا میں گل کھلے ہیں خریدار بخش دے

تجھ سے بچھڑ کہ دیکھے ہیں چہرے کئی مگر
خواہش کی بھیڑ میں کوئی معیار بخش دے

پتھر کا یہ مکان مری زندگی لگے
کوہ بدن کو اے خدا گھر بار بخش دے

کشتی گزارنی ہے سمندر کے بیچ سے
ہمت کے کچھ حیاؔ کو بھی پتوار بخش دے

حسنینؔ رضا قادری بلرامپوری

جرم و خطا سبھی مرے غفار بخش دے
تیرا ہوں یا الٰہی ! گنہگار، بخش دے

تجھ کو ترے حبیب مکرم ﷺ کا واسطہ
عصیاں میں ہو چکا ہوں گرفتار، بخش دے

کرتا رہوں میں حمد و ثنا تیری ہر گھڑی
یارب دعا ہے دولتِ افکار بخش دے

شامل رضا ہو جس میں تری اور حبیبؐ کی
وہ عادتیں خدایا ، وہ اطوار بخش دے

باطل حکومتوں کا جو رکھ دے کچل کے سر
خالد ولیدؓ سا کوئی سالار بخش دے

ہے مقصدِ حیات فقط اب یہی مرا
دیدارِ مصطفےٰ ﷺ مجھے اک بار بخش دے

کوئے نبیؐ میں موت سے ہو سامنا مرا
حسنینؔ ہے اسی کا طلبگار بخش دے

خاورؔ چشتی

آ جا تو آ کے مجھ کو کھرا پیار بخش دے
چاہت کا ہے جو اعلیٰ تر معیار بخش دے

ہو معترف یہ دنیا بھی اخلاق کی مرے
ارفع و اعلیٰ تو مجھے کردار بخش دے

جلتے ہیں جو رقیب ہمیں ساتھ دیکھ کر
ان کے دِلوں کو چین کے آثار بخش دے

واقف نہیں ہوں اس کے سبھی رازوں سے ابھی
معلوم جس سے ہوں مجھے اسرار بخش دے

میں دیکھتا ہوں ناؤ کو طوفان میں گھرا
مجھ ناخدا کو اے خدا پتوار بخش دے

چاہوں میں لکھنا شان میں تیرے حبیبؐ کی
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

ہمت نہیں رہی ہے، بڑھاپے کی زد میں ہوں
خاورؔ کہے نہ پوچھ اے غفار، بخش دے

ذہینہؔ صدیقی

شعر و سخن کا ہی سہی معیار بخش دے
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

کُچھ اب ترے خلاف نہ بولے گی یہ زباں
اس بار مجھ کو اے مرے دلدار بخش دے

میں نے درِ حبیب پہ سجدہ ادا کیا
توفیق ایسی رب مرے ہر بار بخش دے

معافی کی پیشکش تو کرو ایک بار تم
ممکن ہے بے گناہوں کو سرکار بخش دے

اپنی دعا سے آج مجھے کر دے مالا مال
یہ میں نے کب کہا مجھے دینار بخش دے

کرتی ہوں روز گنبد خضریٰ پہ یہ دعا
پروردگار سارے گنہگار بخش دے

مجھ سے خطا ہوئی ترے دل کو دُکھا دیا
اپنی ذہینہؔ کو مرے غم خوار بخش دے

راغب کلیم

دل سب کا جیتنے کا وہ ہتھیار بخش دے
یارب! مجھے بھی نیک تو کردار بخش دے

مرہم کا کام کرتا رہے تا حیات جو
دردِ جگر کے واسطے وہ یار بخش دے

دل نہ دُکھے کسی کا بھی میری زبان سے
ہر ایک سے سلیقۂ گفتار بخش دے

جھوٹے خداؤں کا جو کرے تن سے سر جدا
یارب! مجھے تو حق کی وہ تلوار بخش دے

دنیا کے میں فتن سے پریشان ہوں بہت
امن و امان کا کوئی سنسار بخش دے

کر کے ہی دم لوں کام جو کرنے کی ٹھان لوں
مجھ کو خدایا! ہمتِ کہسار بخش دے

مسلم ہو یا کہ ہندو یا عیسائی یا کہ سکھ
دل میں مرے سبھی کیلئے پیار بخش دے

مردہ دلوں کو کر سکیں جو زندگی عطا
راغب کو مولیٰ! ایسے کچھ اشعار بخش دے

رحمان آہی

دشمن عدو رقیب نہیں یار بخش دے
میرے گلے کو طوق نہیں ہار بخش دے

پاؤں چلت پھرت کے ہی قابل نہیں رہے
چلنے کو راستہ کوئی ہموار بخش دے

پتھر اُبل رہے ہیں پتیلے میں اب تلک
کھانے کو روٹیاں مجھے دو چار بخش دے

کچھ تیز بھاگتا ہے نیا وقت اے خدا
ہمراہ اس کے چل سکوں رفتار بخش دے

ہم بھی معززین کی گنتی میں آ سکیں
مالک ہمارے سر کو بھی دستار بخش دے

دلبر تری گلی میں مرا اور کون ہے
گر سکھ نہیں ہے پاس تو آزار بخش دے

دنیا مرے خلاف ہے پرواہ نہیں مجھے
مخلص وفا شعار طرف دار بخش دے

رزاق تحسین

مجھ کو بھی اپنے پیار کا اقرار بخش دے
نزدیکیوں میں جاناں مجھے پیار بخش دے

دھوکا دہی کا گر تو مجھے تم نے ہی دیا
سیدھا سا شخص ہوں مرے سرکار بخش دے

ترسا رہا ہوں کب کا میں آنچل کو تیرے اب
منسوب نام کرنا ہے "سرشار" بخش دے

ہر شخص تو بجھا سا ہے اپنے ہی حال پر
لاؤ خوشی نا رخ پہ ! مرے یار بخش دے

عمرِ رواں میں مجھ کو تری جستجو رہی
مل تو گئے ہیں جان گنہ گار بخش دے

اپنے لیئے تو دور کا سب سوچتا ہے یہ
بنگلہ، خدا نیا ہو بڑی کار بخش دے

جلتا رہا چراغ بھی حسن و ادا سے ، دیکھ!
مجھ کو تو لگ رہا ہے کہ دیدار بخش دے

عادی فریب کا ہوں مگر پھول وہ رزاقؔ
برسا رہا ہے مجھ پہ مجھے خار بخش دے

روبینہ شاہین بیناؔ

کیا لازمی ہے جذبۂ بمبار بخش دے
ہے بے قرار دل مرا بیکار، بخش دے

شوہر کو مرضی پوچھنے کا خبط جب ہوا
اٹھلا کے بولی ہیروں کا اک ہار بخش دے

نقدِ عمل نہیں کہ کہیں سے خرید لیں
دریا کنارے بنگلہ تے اک کار بخش دے

قرضے کبھی اُتار کے خوشحال کر ہمیں
یارب تو چھت کو پھاڑ کے دینار بخش دے

سردی جو دی ہے بے بہا، آسانیاں بھی ہوں
ہفتے میں سات مرتبہ اتوار بخش دے

افکار کے گلاب کو گلقند میں کروں
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

آئیں گے اب مزید نہ مکر و فریب میں
جا جا پرے ہمیں تو اے غدار بخش دے

ڈھونڈے ہے بیناؔ ہر کڑی ایسا شریف بر
بستر میں چائے، ناشتہ، اخبار بخش دے

روبینہ شاہین بیناؔ

غم کو بنا کے ہجر کا گلزار بخش دے
مجھ کو بھی اپنی یاد کی مہکار بخش دے

آجائے زندگانی میں جس سے اک انقلاب
اب ایسے اے خدا مجھے افکار بخش دے

جو کٹ مریں وطن کی حفاظت کے واسطے
اس ملک کو تو اس طرح جی دار بخش دے

ظلمت کدۂ دل کو جو ایماں کا نور دیں
مجھ کو کچھ ایسے پراثر اشعار بخش دے

ہر اک گناہ گار کی توبہ تو کر قبول
تائب ہیں ہم دلوں سے اے غفار بخش دے

ڈٹ جائے حق کے واسطے سینہ جو تان کر
طارق سا کوئی سپہ سالار بخش دے

سب دنیا کے مسلمان روبہ زوال ہیں
سب مانگتے ہیں رحم اے جبار بخش دے

سیّدہ منور جہاں منورؔ

یوسف لبوں کو اپنے تو اقرار بخش دے
چاہے عزیزِ مصر مجھے دار بخش دے

صیّادا! اپنے مرغِ گرفتار بخش دے
خوش رنگ طائران کو چہکار بخش دے

کر دے غزل کے تیرے شجر کو جو معتبر
اشعار کو وہ فکرِ ثمر بار بخش دے

لکھوں قلم سے مدحِ ستمگر میں کس طرح
درہم وہ چاہے جتنا یا دینار بخش دے

حاصل تجھے جمود و تعطّل سے کچھ نہیں
تو رخشِ زندگانی کو رفتار بخش دے

اٹکی ہوئی ہے میری نظر جلوہ گاہ میں
آنکھوں کو میری تحفۂ دیدار بخش دے

ظالم کے سامنے ہے منوّر! خموش کیوں
اپنے لبوں کو جراتِ گفتار بخش دے

سیّدہ منور جہاں منوّر

تجھ سے دعا ہے خالق فنکار بخش دے
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

باطل پرست لوگوں کی بیعت نہ میں کروں
تو میرے عزم کو لبِ انکار بخش دے

اترے ہمارے صحن میں یہ کوکب و قمر
مجھ کو بھی تو زمانہ ضو بار بخش دے

لفظوں کے وار سے میں ہر اک جنگ جیت لوں
مجھ کو بھی ایسی حرفوں کی تلوار بخش دے

چھٹتے ہی جس کو دور ہو دنیا کا ہر ملال
مجھ کو بھی اک ایسا ئے دیدار بخش دے

میرا قلم ہمیشہ چلے حمد میں تیری
یارب مجھے بھی دولت افکار بخش دے

موتی ادب کے بڑھ کے منور سمیٹ لے
موقع سخن کا ایسا گہر بار بخش دے

شازیہ طارق

پروردگار قوت اظہار بخش دے
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

جب بولوں تو لبوں پہ محبت کے گل کھلیں
پروردگار ایسی تو گفتار بخش دے

جس کی مثال تک نہ ملے دور تک کہیں
ارفع و اعلیٰ ایسا تو کردار بخش دے

بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھا دے جو اے خدا
ایسی مجھے تو دولتِ افکار بخش دے

سکھ چین میرے دل کو جہاں پر نصیب ہو
یارب تو ایسا سایۂ دیوار بخش دے

خالق ہے دو جہاں کا تو مالک ہے کردگار
روزِ جزا شفاعتِ سرکارؐ بخش دے

رو رو کے صبح شام خدا سے دعا کروں
دینِ محمدیؐ کے تو اطوار بخش دے

جس کے طفیل بخششِ روزِ جزا ملے
ایسا تو شازیہ کو کوئی کار بخش دے

شاہدؔ سیّد

بلبل گل و کلی سبھی تُو خار بخش دے
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

جیسے صبا کے چلنے سے بجتے ہیں پات پات
یوں میرے حرف حرف کو جھنکار بخش دے

انداز پُر کشش ، ہو اثر لفظ لفظ میں
مجھ کو سخن میں گرمئ گفتار بخش دے

تحریر سے مہک اٹھے گل سا نکھار دے
خوش رنگ سطر سطر میں مہکار بخش دے

نازک مزاج پنکھڑی شرمائے سر جھکا
یوں نازکی کلام میں ہر بار بخش دے

اشعار کے چمن سے کشیدوں شراب ناب
ظرف الذقیق سا کوئی شہکار بخش دے

عاشق ہوا ہوں پھول کا دے سوزِ عشق بھی
شاہدؔ کو عندلیب سا اظہار بخش دے

شاہین فصیح ربانی

لفظوں کو میرے پھولوں کا کردار بخش دے
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

ممکن اگر نہیں ہے ملاقات کا شرف
احسان کر تو خواب میں دیدار بخش دے

اس کو نہیں ہے کام دھڑکنے سے ماسوا
تو میرے دل کو عشق کا آزار بخش دے

پیچھے رہوں نہ وقت کے اسپ قوی سے میں
مجھ کو سفر میں ایسی ہی رفتار بخش دے

میرے سخن کا ایک زمانہ اسیر ہو
میرے قلم کو شوخئ اظہار بخش دے

مجھ پر محبتوں میں نہ آئے جفا کا دوش
بہرِ وفا مجھے دلِ سرشار بخش دے

بے خوف مجھ کو جن کی حمایت رکھے فصیح
اللہ مجھ کو دوست وہ جی دار بخش دے

شاہین فصیح ربانی

اس قوم کو جری سپہ سالار بخش دے
اور اُس کو تیغِ حیدرِ کرار بخش دے

آنکھیں ہیں اس کی اشکِ ندامت سے تر بتر
حاضر ہے تیرے در پہ گنہگار، بخش دے

دنیا کی ہو رہی ہیں فضائیں دھواں دھواں
رحمت کا ان کو ابرِ گہر بار بخش دے

شفیق اللہ نوری

روئے حسیں کا اب مجھے دیدار بخش دے
اتنی ہے آرزو مرے دلدار بخش دے

میں عشق کی بہار ہوں چاہت کا پھول ہوں
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

یارب میں مفلسوں کے سدا کام آسکوں
کردار کو بلندیٔ معیار بخش دے

کھلنے نہ پائے بزم محبت میں اب بھرم
سر پر ہمارے دائمی دستار بخش دے

منزل کی خود زمیں ہی سمٹ جائے یاخدا
میری روش کو سرعت رفتار بخش دے

دنیا کے مال و زر کی طلب تو نہیں مجھے
میرے جگر میں اپنا فقط پیار بخش دے

روشن ہوں جن کے دم سے محبت کی محفلیں
جوہر کی فکر میں وہی انوار بخش دے

شہنازؔ رضوی

میرے چمن کو پھولوں کی مہکار بخش دے
تاریک شب ہے صبح کے آثار بخش دے

خواہش ہے ، آرزو ہے ، تمنا ہے اے خدا
اپنے حبیبِ پاکؐ کا دیدار بخش دے

ظاہر ہو جس سے اسوہ سرکارؐ کی جھلک
ہر امتی کو ایسا تو کردار بخش دے

تیری بڑائی جس سے سدا ہی عیاں رہے
حمد و ثنا کا مجھ کو وہ معیار بخش دے

ہر دم یہی دُعا ہے مری رب کائنات
اپنے نبیؐ کے صدقے گنہگار بخش دے

صحرا میں گھر گئی ہوں تمازت ہے دھوپ کی
اپنے کرم سے سایہ دیوار بخش دے

یہ رب کائنات سے شہنازؔ ہے دعا
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

صوفیہؔ حامد

دنیا کی حرص میں ہوں گنہگار ، بخش دے
رحمت کا اپنی سایۂ دیوار ، بخش دے

حضرت بلالؓ جیسا عشقِ رسول دے
صدیقؓ جیسا جذبۂ ایثار بخش دے

جن چار پیل پا پہ خلافت کا دور تھا
پھر امتِ نبیؐ کو وہ معمار بخش دے

پھیلی ہوئی ہے ہر سو جہالت کی تیرگی
نگۂ کرم سے تو اِسے انوار بخش دے

بھٹکے ہوئے ہیں عشقِ مجازی کی کہر میں
سب مانتے ہیں، سب ہیں خطاوار، بخش دے

آباء کی اندھی پیروی سے ہم حذر کریں
جوشِ جنوں ، خرد کے وہ افکار بخش دے

یارب ، مرا نصیب شہادت کی موت ہو
وقتِ نزع ، لبوں پہ وہ اذکار ، بخش دے

ہے صوفیہؔ کی دل سے یہ ارمان آخری
ایماں پہ خاتمہ ہو ، وہ کردار بخش دے

ضیا شہزادؔ

دنیا مجھے تو جینے کا کردار بخش دے
مجھ میں مکر بھرا کوئی فنکار بخش دے

آ جا کہ تیرے ساتھ کٹے زیست کا سفر
کر دے خطا معاف مرے یار بخش دے

رکھتا ہے منہ میں رام بغل میں مگر چھری
مکار اور جھوٹا ہے تو یار ، بخش دے

مہنگائی میں اضافے کا ہوتا ہے روز وار
ہو رحم ہم غریبوں پہ سرکار بخش دے

کھلتی نہیں زبان مری اس کے سامنے
اس بے وفا سے کیسے کہوں پیار بخش دے

اے جان تیرے بن ہے اُدھوری یہ شاعری
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

شہزادؔ اس کو دیکھے ہوئے دن گزر گئے
لکھ نامہ اس کے نام کہ دیدار بخش دے

ظفرؔ محمود ظفرؔ

مضبوط ہم کو ایسا تُو کردار بخش دے
دُنیا میں نیک نامی کی دستار بخش دے

اپنی جناب سے عطا کر وسعتِ نظر
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

مخلوق کی بھلائی کے کچھ کام کر سکوں
کردار کو مرے تُو وہ معیار بخش دے

گفتار میں شہد کی ہو تاثیر بھی ملی
میری زباں کو مولا وہ تلوار بخش دے

انسانیت کو نیکی کی تعلیم دے سکوں
ایسے الٰہی اعلیٰ تُو افکار بخش دے

حمد و ثنا و نعتِ نبی کا ہی ورد ہو
ہر پل فقط زبان پہ اذکار بخش دے

توبہ مری ہے مالک و مختارِ کُل جہاں
میرے گناہ مولا تُو اک بار بخش دے

گو کام کوئی سیدھا ظفرؔ نے نہیں کیا
جنت کا ہے یہ پھر بھی طلبگار بخش دے

عاقب چشتی

مولیٰ مری نگاہ کو انوار بخش دے
سرکارِ دو جہاں کا دیدار بخش دے

ہر پل تصورات میں روضہ رہا کرے
"مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے"

اخلاق دیکھ دیکھ کے مومن ہوئے بہت
ویسا ہی ہم کو آج بھی کردار بخش دے

بھارت کی سرزمین سے طیبہ کی دید ہو
نوری نگاہ ، دل بھی ضیا بار بخش دے

در پر تمہارے بٹتی ہے خلدِ بریں شہا
ہم کو علوم پاک کی دستار بخش دے

دل کو ہمارے عشق کا مسکن بنا دیا
لب کو ہمارے نعت کے اشعار بخش دے

ہو جائیں التجائیں سبھی پوری یا نبیؐ
عاقب کو اپنی دید جو اک بار بخش دے

عطیہ پروینؔ

ظلم و ستم کا گرم ہے بازار بخش دے
پروردگار پھر کوئی کرارؓ بخش دے

مصروف ماں سے کہتا تھا بچہ یہ لاڈ سے
اماں مجھے بھی ایک ذرا پیار بخش دے

کہتی میں یہ نہیں کہ مجھے آنکھ بھر کے دیکھ
اِک سرسری نظر مرے دلدار بخش دے

دو چار روز جھیل لوں فرقت وہ ٹھیک ہے
کب یہ کہا تھا اشکوں کا انبار بخش دے

دھوکہ دیا تھا جس نے ہوا پھر وہ مہرباں
ڈر ہے کہ دل کو پھر سے نہ آزار بخش دے

لکھنا ہے اک غزل مجھے، اللہ رحم کر
''مجھ کو تخیلات کا گلزار بخش دے''

وہ روز و شب خدا سے یہ کرتا تھا التجا
اعلیٰ ہمارے لال کا کردار بخش دے

پروینؔ کی ہے یہ دلی خواہش مرے خدا
بس ایک بار اس کا تو دیدار بخش دے

محمد خلیل الرحمٰن خلیل

در پر کھڑا ہے کب سے یہ لاچار بخش دے
رحم و کرم سے اپنے گنہگار بخش دے

یاربّ ترے حضور ہے یہ التجا مری
جو تجھ کو ہو پسند وہ کردار بخش دے

عہدِ فتن میں ایک ہی درخواست ہے خدا
ہر اُمّتی کو اُسوۂ سرکارﷺ بخش دے

کانٹوں کی سر زمین سے مُجھ کو نکال کر
محبوبِ دو جہان کا گُل زار بخش دے

یاربّ ذوالجلال! کرم کر خلیلؔ پر
آقائے دو جہان کا دیدار بخش دے

محمد سلیم معاویہ

مغموم ہوں میں آج مجھے یار بخش دے
الفت میں ہو گیا ہوں گرفتار بخش دے

دل توڑ کر گیا وہ، مجھے چھوڑ کر گیا
کیوں ہو گیا ہوں آج خطاوار بخش دے

رسمِ وفا نبھا نہ سکے آپ اب تلک
میں کر رہا ہوں آج شرمسار بخش دے

میں گن رہا ہوں رات ستاروں کو دیر سے
سورج ہوا ہے کیسے نمودار بخش دے

حاکم مرے وطن کا بہت تیز ہے میاں
باتیں بدل بدل گیا ہر بار، بخش دے

اِک لمحہ مسکرا کے مجھے چھوڑ جا ارے
ہوجائے آج خواب میں دیدار بخش دے

مولا رہے گا کب تلک رہے پردیس معاویہؔ
اب بخش دے مجھے بھی یہ گلزار بخش دے

نوید ظفر کیانی

بس خود پہ جو یقین ہے درکار، بخش دے
پھر چاہے لہر لہر میں منجدھار بخش دے

دل پر بھی مُرد بُرد سے کی جلا ل کر
جب زندگی کو عمر کی پرکار بخش دے

اپنے مقابلے پر اُتر آئے ہیں جری
رن میں انہیں بھی اب کوئی سالار بخش دے

منظور آسمان کی چھت بھی ہے تیرے ساتھ
بس گھر ہو، چاہے بے در و دیوار بخش دے

کب تک میں اپنے غار کا پتھر بنا رہوں
مجھ کو کھلی فضاؤں کے آثار بخش دے

یا آسماں کو طاقتِ پرواز میں ہی رکھ!
یا اِس زمیں کو قرمزی انوار بخش دے

بیٹھیں نہ میرے بعد بھی دشمن سکون سے
چپ کو بھی ایک پرچمِ للکار بخش دے

اِن پانیوں کو پاٹنا دشوار ہی سہی
بس ایک اور خواب کا پتوار بخش دے

کیسے سفر کا اذن ملا ہے کہ ہائے ہائے
ہر راستے کو خوف کی پھنکار بخش دے

دیوارِ شب سے مارتا پھرتا ہے سر ظفرؔ
اندھے سے کو کشف کے اسرار بخش دے

نادیہ سحرؔ

اس نے کہا کہ پیار کو اظہار بخش دے
میں نے کہا کہ نعمتِ دیدار بخش دے

اس نے کہا کہ پیار میں کیا چاہیے تجھے
میں نے کہا کہ حسن کو سنگھار بخش دے

اس نے کہا کہ چاند ستاروں کی بات کر
میں نے کہا کہ قوتِ گفتار بخش دے

اس نے کہا کہ خامشی انکار تو نہیں
میں نے کہا کہ چھوڑ دے اقرار بخش دے

اس نے کہا کہ لوٹ لیا تو نے میرا دل
میں نے کہا یہ جرم تو اس بار بخش دے

اس نے کہا کہ دھوپ میں جاؤ گے تم کہاں؟
میں نے کہ سایۂ دیوار بخش دے

اس نے کہا کہ مانگ لے کچھ نادیہ سحرؔ
میں نے کہا کہ قرب کا گل زار بخش دے

ہاشم علی خان ہمدمؔ

شہرِ خیال و خواب کا گل زار بخش دے
موجِ غزل ! غزال کو رفتار بخش دے

کچھ دیر ، میرے سر پہ ترا سائباں رہے
کچھ دیر ، مجھ کو سایۂ دیوار بخش دے

جو کچھ نہاں رکھا ہے اسے روشنی میں لا
اے ہم خیال آئنہ ! زنگار بخش دے

ہے قاعدہ یہ آنکھ غزالی ، ثبوت ہے
گر دل کا بس چلے ، تجھے سو بار بخش دے

مانا کہ داستان زمانہ مری نہیں
لیکن مجھے بھی چھوٹا سا کردار بخش دے

یوں بار بار چاک پہ آنے سے میں رہا
مجھ کو مرے وجود کا معیار بخش دے

مصرعِ کنارِ چشم کسی شعر میں ڈھلے
بحرِ سخن ! خیال کو پندار بخش دے

یہ سال جا رہا ہے ، دسمبر کی شام سن !
بس پیار ، پیار ، پیار ، مجھے پیار بخش دے

گلشن کی آب و تاب اسی سبزگی سے ہے
پھولوں کو جاں نثار ہرے خار بخش دے

یہ لوگ اپنے قد کے برابر نہیں ہوئے
ان بے سروں کو حرمت دستار بخش دے

اے خاک ! میری ماں ! جو نمودِ بہار ہو
مجھ کو بھی اپنے دودھ کی وہ دھار بخش دے

اے عشق! زندگی کا لبادہ رفو بھی کر
دامن ہے چاک چاک، مجھے تار بخش دے

ایسا نہ ہو کہ مار دے یہ خود شکستگی
میں جیتنے لگا ہوں ، مجھے ہار بخش دے

میں بھی پڑا ہوا ہوں غمِ روزگار میں
کچھ بھاؤ تاؤ ، مجھ کو طرح دار بخش دے

تو جانتا ہے حال ، مرا حال ہی نہیں
اس بے خودی کو صاحبِ اسرار بخش دے

مصروف زندگی ہے مرے یار ! رحم کر !
فرصت نکال ، کوئی تو اتوار بخش دے

رحمت کے تاج دار ، تجھے اختیار ہے
تو آر بخش دے ، کہ مجھے پار بخش دے

بےدار ہو رہا ہے ترے خواب سے ابھی
ہمدمؔ چراغ صبح کو دیدار بخش دے

ہر ماہ نئے رنگ
پہلا ہفتہ: طرحی مشاعرہ رنگ
دوسرا ہفتہ: منفرد ردیف رنگ
تیسرا ہفتہ: منفرد قوافی رنگ
چوتھا ہفتہ: اصنافِ سخن رنگ
ان شاءاللہ